علمِ حدیث پر ایک الزام کا تحقیقی جائزہ

جناب ندیم الواجدی فاضل دیوبند

علمِ حدیث سے تعلق رکھنے والے واقف ہیں کہ حدیث پر ایک بڑے عرصے سے یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ اس کی کتابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بہت بعد میں ہوئی ہے؟ اس الزام میں کہاں تک صداقت ہے؟ مقالے کا موضوع اسی سوال کا تحقیقی جائزہ لینا ہے۔ اس میں شک نہیں اگر یہ الزام ٹھیک ثابت ہو جائے تو بہت سے لوگ احادیث کے بڑے ذخیرے کو ناقابلِ اعتماد سمجھنے لگیں گے، اور اس طرح وہ لوگ منکرینِ حدیث کے فریب کا شکار ہو جائیں گے۔

الزام کی بنیاد

تاریخ کا یہ پہلو بڑا عجیب ہے کہ دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے جواز ہمیشہ قرآن و حدیث سے تلاش کیا جاتا رہا ہے۔ انکارِ کتابتِ حدیث کے لیے بھی حدیث کی کتابوں کے اوراق پلٹے گئے اور اس ذخیرے سے چند ایسی روایات نکال کر پیش کر دی گئیں جن میں کتابتِ حدیث سے روکا گیا ہے، اور روکنے والے خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس صورت میں یہ کس کی جرأت ہے کہ وہ کتابتِ حدیث کے جواز اور وقوع کو ثابت کرتا پھرے۔

حضرت ابو سعید خدری (م ۶۵ھ) کی اس حدیث کو خصوصیت کے ساتھ پیش کیا گیا جو حدیث کی بیشتر کتابوں میں معمولی فرق کے ساتھ ملتی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکتبوا عنی ومن کتب	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے کچھ مت لکھو، اور اگر کسی نے قرآن کے علاوہ

عنّی غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا عنی ولا حرج (۱) — مجھ سے کچھ لکھ لیا ہو اسے چاہیئے کہ مٹادے ہاں حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس قسم کی روایات مسند احمد بن حنبل میں بھی ابوہریرہ (م ۵۹ھ) اور زید بن ثابت (م ۴۵ھ) وغیرہ سے موجود ہیں[2] دارمی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسعید خدری (م ۶۵ھ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتابت حدیث کی اجازت مانگی تھی مگر آپ نے انکار فرما دیا[3] مگر ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ابوسعید خدری (م ۶۵ھ) کو کتابت کرتے ہوئے دیکھ کر منع فرما دیا تھا[4] (۴) حضرت ابوسعید خدری (م ۶۵ھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے کہ جب ان سے ان کے ایک شاگرد ابونضرہ منذر بن مالک (م ۱۰۹ھ) نے درخواست کی کہ ہم جو کچھ آپ سے سنا کرتے ہیں لکھ لیا نہ کریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم احادیث کو مصاحف بنانا چاہتے ہو۔

ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا فنحفظ فاحفظوا کما کنا نحفظ (۵) — تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے حدیث بیان کرتے اور ہم حفظ کر لیا کرتے تھے اسی طرح تم حفظ کر لیا کرو

حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ) ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث نہ لکھنے کا حکم دیا تھا[6] ایک نہایت شدید روایت ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری (م ۱۰۴ھ) کی ملتی ہے روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے والد محترم حضرت ابوموسیٰ اشعری (م ۴۴ھ) سے احادیث کی ایک کتاب نقل کی تھی انھیں اس کتاب کی اطلاع ہوئی تو تمام غصہ[7] سے ارشاد فرمایا: اگر اس میں قرآن کی آیات نہ ہوتیں تو میں اس کو جلا دیتا پھر انھوں نے پانی منگا کر اس کتاب کو دھو ڈالا[8] اتمام کی بنیاد ان ہی جیسی احادیثوں پر رکھی گئی ہے جو لوگ ان احادیث کے مقابلہ میں دوسری

ا مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ ۲ مسند احمد ج ۳ ص ۳۱ ۳ سنن دارمی ج۔ ۱ ص ۱۱۹ ترمذی ج ۲۔ ص ۹۱ وغیرہ ۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۳۔ ج ۵ ص ۱۸۳ ۵ سنن دارمی ج ۱ ص ۱۱۹ ۶ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۹ ۷ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۳ و دارمی ج ۱ ص ۱۲۲ ۸ امتاع الاسماع ج ۱ ص ۱۱۹ ۹ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۰

روایتوں سے واقف نہیں ہیں، یا ان روایات کے منشاء و مقصد کا علم نہیں رکھتے وہ بہت آسانی سے متاثر ہو کر اس الزام کی صداقت کا یقین کر بیٹھتے ہیں۔

عربوں میں کتابت

ہم اپنے زیر بحث موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنے کے لیے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالتے چلیں کہ عربوں میں کتابت کا رواج کیسا تھا؟ اس سے بھی منعِ کتابت کی احادیث کو سمجھنے میں مدد ملے گی، ساتھ ہی اس الزام کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ اسلام کتابت کا مخالف ہے اور کاتب سے نفرت کرتا ہے، عرب اپنے لاثانی اور بے نظیر حافظے کے لیے بے پناہ شہرت رکھتے ہیں، حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) تو حافظے کی قوت کو عربوں کی فطری عادات میں شمار کرتے ہیں۔

کانوا مطبوعین علی الحفظ، مخصوصین بذلک (۱)
حفظ عربوں کی فطری عادت تھا، اس میں انھیں خصوصیت حاصل ہے۔

کچھ آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔

کان احدھم یحفظ اشعار بعض فی سمعۃ واحدۃ (۲)
ان میں سے بعض تو بعض کے اشعار ایک ہی مرتبہ سننے میں یاد کر لیتے تھے۔

اور مثال میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) کا واقعہ ذکر فرمایا کہ انھوں نے عمر بن ابی ربیعہ (م ۹۳ھ) شاعر کے ستر شعر کا طویل قصیدہ ایک ہی دفعہ سن کر حرف بحرف دہرا دیا تھا(۳) حضرت ابوہریرہ (م ۵۹ھ) کثرت سے احادیث بیان کرتے تھے، اس کا راز انھوں نے خود یہی بیان کیا ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے تو یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے، اسی لیے انھوں نے بہت سی حدیثیں اور ایسی مخصوص باتیں سنیں جو دوسرے لوگ نہ سن سکے، اور یہی حضرت ابوہریرہ کے حافظے کا امتحان لینے کے لیے مروان بن الحکم (م ۶۵ھ) نے انھیں بلایا اور [illegible] نگاہ سے [illegible] ہو کر لکھنے، آپ سے احادیث سنانے کی درخواست کی گئی اور جو کچھ آپ سناتے رہے۔ پس پردہ وہ لکھا جاتا رہا، ایک سال بعد پھر بلایا گیا اور اس مرتبہ پھر ان ہی حدیثوں کی فرمائش کی

۱۔ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹۔ ۲۔ ایضاً، ۳۔ ایضاً،

گئی، خود وہ شخص جو احادیث نوٹ کر رہا تھا حیرت سے کہتا کہ اس مرتبہ بھی بالکل وہی احادیث سنائیں اور ایک حرف بھی ادھر سے اُدھر نہ کیا۔[۱] حضرت عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) کے شاگرد رشید حضرت علقمہ (م ۶۲ھ) اپنے بارے میں تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ماحفظت وانا شاب فکانی انظر	میں نے جوانی میں کبھی حفظ نہیں کیا تاہم ایسا
الیہ فی قرطاس اور ورقة (۲)	لگتا تھا کہ کاغذ یا ورق پر دیکھ رہا ہوں۔

اللہ اللہ کیا عالم تھا، حفظ کئے بغیر ان کی ذہانت اور حافظے کی یہ قوت، مشہور عالم حدیث ابو زرعہ (م ۔۔ھ) فرمایا کرتے تھے۔

ان فی بیتی ماکتبتہ منذ خمسین سنة	میرے گھر میں پچاس سال کا لکھا ہوا سرمایہ ہے
ولم اطالعہ منذ کتبتہ وانی لاعلم فی	جب سے لکھا ہے میں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا۔ تاہم میں
ای کتاب ھو فی ای ورقة ھو فی ای	یہ جانتا ہوں کہ فلاں بات کس کتاب، کس ورق، کس
صفحہ ھو فی ای سطر ھو (۳)	صفحہ اور کس سطر میں ہے۔

ان کے حافظے کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی حدیث ایک مرتبہ بیان کی اور سالہا سال بعد پھر اس کے سنانے کی ضرورت پیش آئی تو کوئی لفظ یا حرف کم و بیش کئے بغیر دہرا دی۔[۴] حضرت امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کے استاذ محترم حافظ ابن راہویہ (م ۲۳۸ھ) سے کون واقف نہیں، ایک مرتبہ کسی عالم سے کسی مسئلہ پر بحث کے دوران کسی کتاب کی عبارت کے تعین میں اختلاف رائے ہوا تو انھوں نے کتب خانے سے وہ کتاب منگوائی اور ان عالم سے کہا۔

عد من الکتاب احدی عشرة ورقة ثم عد سبعة اسطر۔ کتاب کے گیارھویں ورق کی ساتویں سطر دیکھو[۵] مشہور محدث اور عالم امام زہریؒ (م ۱۲۴ھ) کے حافظے کا اندازہ خود ان کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔

---

۱ کتاب الکنی للبخاری ص ۳۳ ۲ جامع ج ۱ ص ۲۴ ۳ تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۰۷۔

۴ کتاب العلل مع الترمذی ج ۲ ص ۲۳۶ ۵ تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۱۳

إنى لأمر بالبقيع فاسد آذانى مخافة	میں بقیع سے گزرتے ہوئے اس خوف سے کان بند
ان يدخل فيها، من الخنا، فوالله	کر لیا کرتا ہوں کہ کہیں ان میں کوئی فحش بات داخل
ما دخل في اذني شئ قط فنسيته[1]	ہو جائے اس لیے کہ واللہ جو چیز کان میں پڑ گئی وہ
	بھول نہیں پایا۔

حافظوں اور ذکاوتوں کی اسی بے پناہ دولت کی وجہ سے عربوں کا خیال تھا۔

كان هذا العلم شيئا شريفا اذا كان	یہ علم جب تک زبانوں میں رہا شریف تھا اور جب
من افواه الرجال فلما صار في	کتابوں میں آگیا تو علم کا نور ضائع ہو گیا اور وہ
الكتب ذهب نوره وصار الى غير اهله[2]	نااہلوں کے پاس چلا گیا۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا لم تكن حافظا واعيا	فجمعك للكتب لا ينفع[3]
اگر تو اچھا حافظ نہیں ہے	تو کتابوں کو جمع کرنا لاحاصل ہے۔

عرب بڑے یقین کے ساتھ کہا کرتے تھے۔

حرف في تامورك خير من عشرة في كتبك[4]	سینے میں ایک حرف کتابوں کے دس حرفوں سے بہتر ہے

عرب شعراء حفظ کے اس راز کو سمجھتے تھے، امام نحو شیخ خلیل (م ۱۷۰ھ) جنہوں نے علم عروض ایجاد کیا فرماتے ہیں۔

ليس بعلم ما حوى القمطر	ما العلم الا ما حواه الصدر[5]
علم وہ نہیں جیسے کتاب محفوظ رکھے	علم وہ ہے جس کی سینہ حفاظت کرے

ایک شاعر نے ان لوگوں کی مذمت کی جو علم کاغذوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

استودع العلم قرطاسا فضيعه	وبئس مستودع العلم القراطيس[6]

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۵ [2] جامع ج ۱ ص ۶۸ [3] ایضاً ص ۱۰۹ [4] ایضاً
[5] ایضاً ص ۳۴ [6] ایضاً ص ۳۵۔

جس نے علم کاغذ کے سپرد کردیا اس نے ضائع کیا' وہ لوگ برے ہیں جو علم کاغذ کے سپرد کردیتے ہیں۔

ایک شاعر کو اپنے حافظے پر ناز ہے اور وہ اس کا اظہار کرتا ہے،

علمی معی اینما یممت یتبعنی — بطنی وعاء له لابطن صندوق
ان کنت فی البیت کان العلم فیه — او کنت فی السوق کان العلم فی السوق[1]

میرا علم جہاں بھی جاؤں میرے ساتھ رہتا ہے — اور میرا باطن اس کا برتن ہے میرا صندوق اسکا باطن نہیں
اگر میں گھر میں ہوں تو علم بھی گھر میں ہے — اور اگر بازار میں ہوں تو علم بھی بازار میں ہے

عربوں کو اپنے حافظے سے پیار تھا اور وہ کتابوں کو نفرت سے دیکھا کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ علم کی حفاظت سینوں کے ذریعے ہو سکتی ہے' سفینوں کے ذریعے نہیں' اور شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام سے پہلے پورے مکے میں صرف سترہ آدمی کتابت کے فن کو جانتے تھے[2] اور مدینے میں کاتبوں کی تعداد صرف نو تھی[3] علامہ اصفہانی (م ۳۸۹ھ) کے بقول اس قلت رواج کی بنیاد تھی کہ لوگ اس فن کو ناپسند کرتے تھے[4]۔

اسلام نے کتابت کو عروج دیا

کتابت، اکاتب، یا کتابوں سے عربوں کی نفرت کی وجہ یہی ہے کہ قدرت نے انھیں حافظے کی بے پناہ دولت سے نوازا ہے' مگر اسلام نے اس نفرت کو پسند نہیں کیا' بلکہ کتابت کے فن کو رواج دینے کی کوشش کی' اور بہت جلد کاتبوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا' کتابت کی اس قدر اہمیت ہوئی کہ جو لوگ کتابت' تیر اندازی اور تیراکی سے واقف ہوتے تھے انھیں "الکامل" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا[5] چنانچہ سعد بن عبادہ الانصاری (م ۱۵ھ) کو کاتب ہونے کی وجہ سے الکامل کہا جاتا تھا مؤرخ احمد بن یحییٰ البلاذری (م ۲۸۹ھ) کا بیان ہے کہ سعد بن عبادہ (م ۱۵ھ) کے ساتھ ساتھ اسید بن حضیر انصاری (م ۲۱ھ) عبداللہ بن ابی اوفی (م ۸۹ھ) اور اوس بن خولی (م ۱۳ھ) سے قبل بھی الکامل کے لقب سے ملقب تھے[6]

---

[1] مع ج ۱ ص ۲۹ [2] فتوح البلدان ص ۴۷۷ [3] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۱۔
[4] کتاب الاغانی ج ۱۶ ص ۳۰ [5] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۱ [6] فتوح البلدان ص ۴۷۷

بعض صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں طلباء کو لکھنا سکھانے کے لئے مقرر فرما دیا تھا[1] یہ طلباء تاریخ اسلام میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں[2]، اس درس گاہ میں جو طلباء تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ان کی تعداد چار سو تک بتائی گئی ہے[3] اسی طرح ایک صحابیہ شفا بنت عبد اللہ کو آنحضور نے مقرر فرمایا کہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر (م ۴۵ھ) کو کتابت کی تعلیم دیں[4] بدر کی معرکۃ الآرا جنگ میں جو لوگ قیدی بنائے گئے انھیں آزاد کرنے کی یہ شرط لگائی گئی کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے، اس کے بدلے میں وہ شخص رہا کر دیا جائے گا[5] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص کاتب حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ) نے خود آنحضور کے حکم پر ان ہی سے کتابت سیکھی تھی[6]۔ زید بن ثابت (م ۴۵ھ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطوط لکھواتے، وہ آپ کو خطوط بھی پڑھ کر سناتے، اور آپ انھیں ان خطوط کے جوابات بھی املا کرایا کرتے تھے[7]۔

کتابت سے آپ کی رضامندی

اگر روایات کے ذخیرے پر نظر ڈالی جائے تو ایسی احادیث بھی بکثرت مل جاتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آں حضور نے کتابت یا کاتب سے نفرت کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے کتابت پر رضا مندی اور اس کو حاصل کرنے کا حکم دیا، صاحب مجمع الزوائد نے طبرانی اوسط کے حوالے سے عبد اللہ بن عمر (م ۷۳ھ) کی یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم، قلت وما تقییدہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کو مقید کر لو میں نے عرض کیا علم کو کس طرح مقید کیا جائے،
قال الکتابۃ	آپ نے فرمایا کتابت سے)

حضرت ابوہریرہ (م ۵۹ھ) اور حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ) کی روایات ہیں کہ ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوء حفظ کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۷۵ [2] الاستیعاب ج ۲ ص ۳۹۳ [3] مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۱ [4] فتوح البلدان ص ۴۷۷ [5] مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۷، الروض الانف ج ۲ ص ۹۲ [6] فتوح البلدان ص ۵۱۲ [7] تاریخ الطبری ص ۱۷۶۰ [8] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲۔

اپنے حفظ پر مدد لو[۱] استعانت بالیمین یہ کتابت سے کنایہ ہے، اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ (م ۷۸ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے کام لینے یعنی لکھنے کا حکم دیا[۲]۔ داری میں یہ ہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ھ) سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے وہ شخص جس نے سوء حفظ کی شکایت کی تھی خود حضرت عبداللہ بن عمرو ہی تھے[۳] یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے لوگ کئی ہوں جن کو یہ شکایت تھی اور جن کا علاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا،

مرضِ وفات کے دوران آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ائتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً فلا تضلوا بعدہ[۴] — میرے پاس کاغذ لاؤ تمہیں ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔

اگرچہ حضرت عمرؓ کے منع کر دینے سے یہ تحریر لکھی تو نہ جا سکی تاہم اس سے یہ ظاہر ہو ہی گیا ہے کہ کتابت کا جواز موجود ہے، حضرت رافع بن خدیج (م ۷۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم زبانِ مبارک سے بہت سی باتیں سنا کرتے ہیں اور انھیں لکھ بھی لیتے ہیں، آپ نے اس کی توثیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کوئی حرج نہیں[۵] سرخسیؒ (م ۴۹۰ھ) نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسی کو خط لکھا کہ وہ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ کر کے بھیج دیں، چنانچہ حضرت سلمان نے یہ ترجمہ فارس روانہ کیا[۶] ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کیسے کر سکتے تھے۔

روایات کے عظیم الشان ذخیرے میں لا تعداد شہادتیں موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت یا کاتب سے نفرت نہیں کی، بلکہ آپ نے اسے پسند فرمایا بلکہ بعض مواقع پر حکم بھی فرمایا۔

تضادِ روایات کا حل

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان روایات کے باہمی تضاد و اختلاف کا حل کیا ہے، ایک

---

[۱] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ [۲] کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۶ [۳] داری ج ۱ ص ۱۲۵ [۴] بخاری ج ۱ ص ۲۱، و ۲۲، [۵] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱ [۶] مبسوط ج ۱ ص ۳۷ (م ۴۸۳ھ)

طرف حضرت ابو سعید خدری (م ۷۴ھ) اور دوسرے بزرگوں کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کتابت احادیث کی اجازت نہیں دوسری جانب اتنی بہت سی روایات موجود ہیں جو کتابتِ حدیث کی اجازت و اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن قتیبہ الدینوری (م ۲۷۶ھ) جنہوں نے اختلافِ حدیث کی تاویل پر ایک کتاب لکھی ہے، ان روایات میں نسخ کی توجیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ان یکون منسوخ السنة بالسنة کانه نھی فی اول الامر عن ان یکتب قوله، ثم رای بعد لما علم ان السنن تکثر وتفوت الحفظ، ان تکتب وتقید (۱)

یا یہ کہ منسوخ السنۃ بالسنۃ ہو گویا کہ پہلے آپ کے ارشادات لکھنے سے منع کر دیا گیا، پھر جب دیکھا کہ سنن کثیر ہو گئیں، اور فقط حفظ سے حفاظت نہ ہو گی لکھنے اور مقید کرنے کو جائز قرار دیا گیا۔

امام نووی (م ۶۷۶ھ) کی رائے یہ ہے کہ کتابت کی مخالفت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے حافظے اچھے تھے اور ان سے نسیان کی امید نہ تھی۔ ہاں وہ صحابہ جو سوئے حفظ کا شکار تھے ان کے لیے کتابت کی اجازت تھی[2] بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) کی رائے تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے کتابت واجب اور ضروری ہے، وہ لوگ صرف حفظ پر اکتفا نہ کریں[3] اس رائے کی تائید حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ھ) کی روایات سے بھی ہوتی ہے کہ ان کی سوءِ حفظ کی شکایت پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کتابت کا حکم دیا تھا[4] نوویؒ (م ۶۷۶ھ) اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ احادیث لکھنے کی مخالفت نزولِ قرآن کے زمانے میں ان لوگوں کے لیے تھی جو قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث بھی لکھ لیا کرتے تھے یہ طریقہ کار ظاہر ہے غلط تھا، اس سے قرآن و حدیث میں التباس کا خوف تھا[5] اگر دیکھا جائے تو یہ توجیہ بہت بہتر اور مناسب ہے، بہت سی روایات سے بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے۔ منعِ کتابت کے سلسلے میں بڑے زور و شور کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری (م ۷۴ھ) کی روایات پیش کی جاتی ہیں، ان کی یہ روایات مختلف کتابوں میں مختلف

---

۱ تاویل مختلف الحدیث ص ۳۶۵ ۲ شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۴۱۴ (مع مسلم) ۳ فتح الملہم شرح مسلم ج ۱ ص ۲ (مقدمہ) ۴ سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۵ ۵ شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۴۱۵۔

الفاظ کے ساتھ مذکور ہیں مجمع الزوائد میں یہ روایت کچھ تفصیل سے موجود ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ احادیث بھی نوٹ کی تھیں جس پر آپ نے ناگواری ظاہر فرمائی اور اس طرح لکھنے سے منع فرمایا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

اکتابٌ مع کتاب اللہ امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ (۱) — کیا کتاب اللہ کے ساتھ کوئی اور کتاب بھی ہے، اللہ کی کتاب بالکل علیحدہ کرلو

اسی طرح حضرت ابوبردہ (م ۱۰۳ھ) کے والد محترم کا واقعہ کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کے پاس احادیث کا مجموعہ دیکھا جو خود ان سے نقل کیا گیا تھا، اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

لولا ان فیہ کتاب اللہ لاحرقتہ[۲] — اگر اس میں اللہ کی کتاب نہ ہوتی تو میں اس کو جلا دیتا۔

حضرت ابوہریرہ (م ۵۹ھ) کی ایک طویل حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ کتاب اللہ کے ساتھ کوئی اور کتاب نہ لکھی جائے یہ تو معلوم ہی ہے کہ یہ جلیل الشان صحابی ان حضرات میں شامل ہیں جن سے منعِ کتابت کی روایات موجود ہیں، آپ کی بعض روایتوں سے صاف یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے پر صرف اس لیے ناراضگی ظاہر کی تھی کہ صحابہ قرآن کے ساتھ احادیث بھی لکھ لیا کرتے تھے، ان روایات سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے ایسی بہت سی کتابیں جلا ڈالی تھیں جن میں کتاب اللہ اور حدیث دونوں شامل تھیں[۳] یہ ہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرما دینے کے باوجود بہت سے صحابہ لکھتے رہے، اگر مخالفت کی بنیاد یہ نہ ہوتی جو بیان کی جا رہی ہے تو صحابہ یقیناً رکتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت مؤقت تھی مطلق نہ تھی، جب وہ اندیشے جاتے رہے جس کی بنیاد پر کتابت سے روکا گیا تھا تو اس کی اجازت دے دی گئی

عہد نبوی کے احادیثی ذخیرے

نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضور کے زمانے میں کل کتنے صحابہ نے احادیث لکھیں، اور کتنے مجموعے

۱؎ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۵۹ ۲؎ ایضاً، ایضاً ص ۶۰ ۳؎ مسند احمد ج ۲ ص ۱۲،۱۳۔ دج ۲ ص ۳۶۹، ۳۵۰

اس طرح تیار ہوئے، احادیث کی کتابوں میں ایسی روایات بکھری پڑی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں صحابہ لکھتے رہے ہیں، ان سب روایات کو جمع کرنا مشکل ہے، تاہم بطورِ مثال چند صحیفوں اور مجموعوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔

بخاری میں حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خطبہ جو قبیلۂ خزاعہ میں ایک قتل کے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا یمن کے ایک شخص کو لکھ کر دینے کا حکم فرمایا تھا، بخاری کتابتِ علم کے باب کی اس روایت میں اس شخص کے نام کی صراحت موجود نہیں بلکہ صرف لابی فلاں کے الفاظ ہیں، مگر دوسری روایتوں سے جو خود بخاری میں دوسری جگہوں پر ہیں اس کی تصریح ہے کہ اس یمنی شخص کا نام ابوشاہ تھا[1] اس خطبے کے بارے میں جب امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) سے سوال کیا گیا کہ یہ خطبہ لکھ کر دے دیا گیا تھا، اور کیا لکھنے والوں نے بعینہ وہی خطبہ لکھا، اس پر اوزاعی (م ۱۵۷ھ) نے جواب میں فرمایا۔

نعم ھذہ الخطبة التی سمعھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ہاں یہ وہی خطبہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

رافع بن خدیج (م ۷۴ھ)، کے بارے میں ایک روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم زبانِ مبارک سے بہت سی باتیں سنتے ہیں اور پھر انھیں لکھ بھی لیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے[2] ان ہی صحابی کے محترم چچا حضرت ابورافع (م ۳۵ھ)، کے ترجمے میں حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ)، نے لکھا ہے کہ انھوں نے بھی آں حضور سے کتابتِ حدیث کی اجازت حاصل کی تھی[3] حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۹ھ)، کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ھ)، احادیث لکھا کرتے تھے

بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔

۱؎ بخاری ج ۱ ص ۲۲ ۲؎ عینی شرح البخاری ج ۱ ص ۱۷۱ ۳؎ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱ ۴؎ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۲۰

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ میں مجھ سے زیادہ سوائے عبد اللہ بن عمرو کے کوئی حدیث بیان نہیں کرتا ۔ اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے میں نہیں لکھا کرتا تھا۔

بعض اور روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے آپ کے پڑپوتے عمرو بن شعیب (م ۱۱۸ھ)، کی ایک روایت ہے کہ ۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال یا رسول اللہ اکتب کل ما اسمع منک قال نعم قلت فی الرضا والغضب قال نعم فانی لا اقول بعد ذلک کلہ الا حقا[۲]

بن عمرو بن العاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جو کچھ سنوں لکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا' ہاں' میں نے کہا رضا و غضب دونوں میں آپ نے فرمایا ہاں میں ہر حالت میں حق کہتا ہوں۔

خود عبد اللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ھ) اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔

بینما نحن حول رسول اللہ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای المدینتین تفتح اولا قسطنطینیۃ او رومیۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بل مدینۃ ھرقل اولا[۳]

ہم آنحضور کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ پہلے کون سا شہر فتح ہوگا' قسطنطنیہ یا رومہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے شہر ہرقل فتح ہوگا۔

اس روایت سے یہ تو پتہ چلتا ہی ہے کہ حضرت عبد اللہ لکھا کرتے تھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے بہت سے صحابہ بھی آپ کی باتیں لکھا کرتے تھے۔ خیال ہے کہ حضرت ابن عمرو بن العاص جو احادیث لکھا کرتے تھے وہ اس صحیفہ میں ہوں جس کا ذکر بیشتر کتابوں میں موجود ہے[۴] اور جس کے بارے میں یہ تصریح موجود ہے کہ اس کا نام الصادقہ تھا اور اس میں ایک ہزار احادیث موجود تھیں[۵] اس صحیفے کے بارے میں خود حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا ارشاد گرامی ہے ۔

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۲۲ [۲] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۶ [۳] داری ج ۱ ص ۱۲۶

[۴] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۷ [۵] صفحہ ۷۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

مایخلبنی فی الحیاۃ الا الصادقۃ[1] مجھے زندگی میں صرف صادقہ پسند ہے۔

یہ صادقہ آپ کے پوتے شعیب کو مل گیا تھا' یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو کتابیں شعیب کو حاصل ہوئی تھیں ان میں صرف یہی ایک صحیفہ نہ تھا بلکہ اور کتابیں بھی تھیں؛ حافظ کا بیان دیکھئے وجد شعیب کتب عبداللہ فکان یرویھا عن جدہ[2] شعیب کو حضرت عبداللہ کی کتابیں ملیں یہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں پھر یہ صحیفہ شعیب کے بیٹے عمرو (م ۱۱۸ھ) کو حاصل ہوا وہ بھی الصادقہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے اپنے باپ کو بتایا بھی نہیں تھا[3] خدا امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کو جزائے خیر دے اپنی مسند میں انھوں نے اس صحیفے کو شامل کر کے مسلمانوں کے لیے محفوظ بنا دیا ہے[4] اس صحیفے کے بارے میں یہ بھی تحقیق ہوئی ہے کہ مجاہد (م ۱۰۴ھ) نے اسے حضرت عبداللہ کے پاس دیکھا تھا۔ پوچھنے پر آپ نے تبلایا کہ اس میں وہ احادیث ہیں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سنی ہیں جب میرے اور آپ کے علاوہ کوئی تیسرا نہ ہوتا تھا[5] گولڈ سیہر نے جو علم حدیث کا محقق مستشرق تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنی ایک قابل قدر کتاب "تحقیقات اسلامیہ" میں ایک جگہ یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت شعیب عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ رہا ہے' اسی جرمن محقق کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ جابر بن عبداللہ (م ۷۸ھ) اور سمرہ بن جندب (م ۵۸ھ) کے پاس بھی احادیث کے مجموعے تھے' جابر بن عبداللہ کے مجموعۂ احادیث کے حوالے سے قتادہ (م ۱۱۷ھ) نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں سمرہ بن جندب نے یہ نیا مجموعہ اپنے فرزند کے لیے ترتیب دیا تھا[6]

حضرموت کے ایک شاہزادے وائل بن حجر (آپ کی وفات معاویہؓ کے عہد حکومت میں ہوئی) جب اسلام لانے کے شوق میں مدینے حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین تحریریں دیں' خود وائل بن حجر کا بیان ہے۔

فلما اردت الرجوع الی قومی امرلی بثلاث کتب ــ جب میں اپنی قوم میں واپس جانے لگا تو آنحضرت

حاشیہ صفحہ ۴۶ (بقیہ) ۱ ھ

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۷ و اسد الغابہ ص ۸ و طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۷ [2] دارمی ج ۱ ص ۷۷ [3] تہذیب ج ۸ ص ۴۹ [4] تہذیب ج ۸ ص ۵۳ [5] مسند احمد ج ۹ ص ۲۲۳ [6] ابن سعد ج ۲ ص ۷۸

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکتب	صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین کتابیں عنایت
ثلاثۃ کتاب لی، وکتاب لی ولاھلی	فرمائیں ایک میرے لئے۔ ایک میرے اور گھر
بیتی وکتاب لی ولقومی[1]	والوں کے لیے اور ایک میرے اور میری قوم کے لیے

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ھ) نے حضراتِ صحابہ کی ایک جماعت سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کو حدیث بیان کرنے کی جرأت کس طرح ہوتی ہے، صحابہ نے فرمایا "اے بھتیجے جو کچھ ہم بیان کرتے ہیں ہمارے پاس لکھا ہوا ہے[2]۔ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے تہذیب میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جابر بن عبداللہ (م ۷۸ھ) کے شاگرد وہب بن منبہ (م ۱۱۰ھ) اور سلمان بن قیس (م ـــ) آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے، سلمان کی مکتوبہ حدیثوں کے مجموعوں سے شعبی (م ۱۰۶ھ) اور سفیان (م ۱۶۱ھ) نے استفادہ کیا ہے[3] گولڈ سیہر نے حضرت جابر بن عبداللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا اور حضرت قتادہ اس صحیفے سے احادیث بیان کرتے تھے۔ خود بخاری کی تاریخ کبیر سے اسکی تائید ہوتی ہے، اس تاریخ میں حضرت قتادہ کا بیان ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ صحیفہ سورۂ بقرہ سے بھی زیادہ یاد ہے[4]، اس صحیفے کو کبھی مسند احمد میں سندات جابر میں دیکھا جا سکتا ہے مصنف عبدالرزاق کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ہے کہیں پڑھا ہے کہ محدث عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ) نے اپنے مصنّف کے الواب الذنوب میں صحیفۂ جابر کی روایات نقل کی ہیں"۔

حضرت ابوبکر صدیق (م ۱۳ھ) نے بھی پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن محمد (م ۱۰۶ھ) کی ایک طویل روایت ذکر کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اس مجموعے کو صرف اس خوف کی وجہ سے تلف کر دیا تھا کہ ممکن ہے اس سے کچھ

---

[1] تحقیقات اسلامیہ ج ۲ ص ۱۰ [2] معجم طبرانی صغیر ص ۲۴۱، ۲۴۲ [3] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ [4] تہذیب ج ۴ ص ۲۱۵۔

احادیث غیر مستند بھی پہونچی ہوں[۱] حضرت علیؓ بن ابی طالب (م ۴۰ھ) کے پاس بھی ایک مجموعہ تھا[۲] بخاری کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ایک ساتھی کے سوال پر حضرت علیؓ نے اس صحیفے کا حوالہ دیا تھا[۳] حضرت سعد بن عبادہ ابن الصامت (م ۱۵ھ) کے پاس بھی احادیث کا ایک مجموعہ موجود تھا، ربیعہ (م ۱۳۶ھ) فرماتے ہیں مجھے اس کی اطلاع سعد کے بیٹے نے دی تھی[۴] حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ) پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ کتابت حدیث کے مخالف تھے، مگر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خود احادیث لکھی ہیں[۵] ابن سعد الواقدی (م ۲۳۰ھ) نے اپنی طبقات میں حضرت عبداللہ بن عباس کے مرتب کردہ بہت سے مجموعوں کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے وفات کے بعد چھوڑے[۶] ترمذی کتاب العلل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے آپ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (م ۱۰۵ھ) کی یہ روایت دیکھیے۔

اِن نفراً قدموا علی ابن عباس	اہل طائف کا ایک وفد ابن عباس
من اهل الطائف بکتب من کتبه فجعل	کی خدمت میں ان ہی کی کتابوں میں سے کچھ
یقرأ علیهم[۷]	کتابیں لے کر حاضر ہوا اور پڑھنے لگا۔

خود حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ) جو حضرت ابن عباس کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

اکتب عند ابن عباس فی صحیفة[۸]	میں ابن عباس کے پاس ایک صحیفہ لکھتا ہوں

حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ موجود تھا[۹] یہ صحیفہ حضرت ابوہریرہ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں مرتب کیا تھا حضرت امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے اس صحیفے کو بھی اپنی سند میں شامل کر لیا ہے[۱۰] اور ایک عرصہ ہوا ڈاکٹر حمید اللہ سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد نے کئی

۱؎ تاریخ کبیر ج ۴ ص ۱۸۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵ کنز العمال ج ۵ ص ۲۳۷ ۲؎ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۷ ۳؎ طبقات الحفاظ ج ۲ ص ۵ ۴؎ بخاری ج ۱ ص ۲ ۵؎ ترمذی کتاب الاحکام ج ۱ ص ۱۸۰ ۶؎ بخاری ج ۱ ص ۳۴ ۷؎ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۲ ۸؎ ترمذی کتاب العلل ص ... ج ۲ ص ۲۳۷ ۹؎ دارمی ج ۱ ص ۱۲۸ ۱۰؎ طبقات الحفاظ ج ۲ ص ۳۱۲۔

مخطوطوں کی تحقیق و تصحیح کے بعد صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے ترتیب دے کر شائع کر دیا تھا اس صحیفے کا اردو ترجمہ بھی اسی کے ساتھ منسلک ہے' حضرت ابوہریرہ (م ۵۹ھ) کے پاس صرف یہی ایک صحیفہ نہ تھا بلکہ روایات شاہد ہیں کہ ان کے پاس احادیث کے بہت سے مجموعے تھے' ایک مشہور صحابی عمرو بن امیہ ضمری (م ۶۰ھ) کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے احادیث کے کافی مجموعے ترتیب دیئے تھے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ کے سامنے کوئی حدیث بیان کی اور یہ بھی کہا کہ یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے' مگر حضرت ابوہریرہ نے انکار کیا اور کہا اگر یہ حدیث مجھ سے ہی سنی ہے تو میری کتابوں میں کہیں ضرور موجود ہوگی' راوی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے کمرے میں لے گئے اور احادیث کے بہت سے صحیفے دکھائے' ان ہی ذخیروں میں وہ حدیث بھی مل گئی[۱] آپ حضرت ابوہریرہ کے مشہور شاگرد بشیر بن نہیک (۱۰۰ھ) فرمایا کرتے تھے۔

كنت اكتب ما اسمع من أبي هريرة	میں حضرت ابوہریرہ سے جو کچھ سنتا لکھ لیا
فلما ارادت أن افارقه اتيته	کرتا تھا' جب میں نے ان سے رخصت
بكتابه فقرأته عليه وقلت له هذا	ہونے کا ارادہ کیا ان کے پاس ایک کتاب لایا
ما سمعت منك قال	اور ان کے سامنے پڑھی اور عرض کیا یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں
نعم[۲]	نے آپ سے سنی ہیں' ابوہریرہ نے فرمایا۔ ہاں۔

حضرت عثمان بن مالک (م خلافت معاویہ) کے پاس بھی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں[۳] حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ) نے علم الفرائض پر ایک کتاب لکھی تھی' اس کے بعض ٹکڑے بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی سنن میں دیئے ہیں[۴] ایک صحیفہ حضرت ابوالحسان الاعرج کے پاس بھی تھا جو ان کی تلوار سے لپٹا ہوا تھا' اس میں تقریباً وہی احکام و مسائل تھے[۵] جو حضرت علی کے مجموعے میں پائے جاتے ہیں' مشہور صحابی حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ) کے پاس بھی مکتوبہ حدیثوں کے ذخائر

---

[۱] مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲ [۲] فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۸ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۲۔
[۳] دارمی ج ۱ ص ۱۲۷' تقیید العلم الخطیب ص ۱۰۱ و جامع ج ۱ ص ۷۲ و کتاب العلل ترمذی ج ۲ ص ۳۳۸
[۴] بخاری ج ۱ ص ۲۲ [۵] سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۴۸۔ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۵

ملتے ہیں، سعد بن ہلال (م سنہ...) کا ارشاد ہے کہ ہم جب حضرت انس سے بکثرت احادیث پوچھنے لگتے، تو وہ کتابوں کا ایک ذخیرہ نکال کر فرماتے کہ یہ حدیثیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں، اور لکھ کر آپ پر پیش کی ہیں۔[1] بیان غیر مبہم اور واضح ہے کہ حضرت انسؓ نے آنحضور کی احادیث لکھیں، اور لکھ کر آپ کو سنائی بھی، خود حضرت انس بن مالک بھی احادیث لکھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

یا بنی قیدوا العلم[2] بیٹو! علم کو مقید کر لو

اور اس حکم کی تعمیل کی گئی، ایک راوی فرماتے ہیں۔

رأیت ابان یکتب عند انس ابن مالک[3] کہ میں نے ابان کو انس بن مالک کے پاس لکھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر (م سنہ ۷۳ھ) کی روایات بھی قلم بند کی گئیں، ابن عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع (م ۱۱۷ھ) آپ کے چہیتے شاگرد تھے اور خادم تھے، انھوں نے حضرت ابن عمر سے بکثرت روایات اور فتاوی نقل فرمائے ہیں ان ہی حضرت نافع کو لوگوں نے احادیث لکھاتے ہوئے دیکھا،[4] ایک مجمع تھا علم کے پروانوں کا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سینوں میں بھی محفوظ کر رہا تھا اور سفینوں میں بھی، ظاہر ہے کہ حضرت نافع جو احادیث لکھواتے ہوں گے ان میں سے بیشتر حضرت عبد اللہ بن عمر ہی کی ہوں گی۔

حضرت عائشہ (م ۵۸ھ) کی روایات بھی لکھی گئیں۔ لکھنے والے آپ کے بھانجے عروۃ بن الزبیر (م ۹۴ھ) تھے۔ ایک موقع پر آپ نے اس مجموعے کو تلف کر دیا تھا، زندگی بھر حسرت کرتے رہے کہ کاش میں اس مجموعے پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا۔[5]

عبد اللہ بن ابی اوفی (م ۸۶ھ) کے متعلق بخاریؒ نے کتاب الجہاد میں ایک روایت ذکر کی

---

[1] تقیید العلم ص ۹۵ [2] دارمی ج ۱ ص ۱۲۷ [3] ایضاً ج ۱ ص ۱۲۵ [4] دارمی [5] تہذیب ج ۷ ص ۱۸۳ جامع ج ۱ ص ۷۵

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی احادیث لکھا کرتے تھے[۱] ابن جریج (م ۱۵۰ھ) ایک مرتبہ ہشام بن عروہ (م ۱۴۶ھ) کے پاس ایک کتاب لے کر آئے اور کہا کہ یہ آپ کی احادیث ہیں جو میں آپ سے روایت کرتا ہوں، ہشام نے ابن جریج کی تصدیق کی[۲] سمرہ بن جندب (م ۶۰ھ) کے پاس بھی ایک بڑا صحیفۂ حدیث موجود تھا، حافظ ابن حجر نے سلیمان بن سمرہ (م ۔۔۔ھ حجاج کے دور میں) کے بارے میں لکھا ہے۔

روی عن ابیہ نسخۃ کبیرۃ[۳]۔ عبد اللہ بن حکیم (م ۔۔۔ھ) کی ایک روایت ہے کہ آنحضور کی ایک تحریر قبیلہ جہینہ کے پاس سے ہمارے پاس پہنچی، اس میں احادیث بھی تحریر تھیں[۴] نسائی نے اپنی سنن کی کتاب الدیات کے ضمن میں سہل بن ابی خثیمہ (م ۔۔۔ھ، خلافت معاویہ) کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل کے قتل کے موقع پر قاتلین کو ایک تحریر لکھی تھی[۵] اس قسم کی روایتیں بھی موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صحابہ کو نماز، روزے، زکوٰۃ، حج، صدقات اور دیون کے متعلق بہت سے احکامات املا کرا دیئے تھے[۶] اسی طرح آپ کی وفات کے بعد صحابہ کو ایک ایسا فرمان بھی تلوار سے لپٹا ہوا ملا جس میں صدقات کے احکام لکھے ہوئے تھے[۷] غالباً یہ وہی کتاب الصدقات ہوگی جس کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمر کا بیان یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اپنے حکام و عاملین کے پاس بھیجنے کے لیے ایک کتاب لکھی تھی، لیکن اس کو روانہ کرنے سے پہلے ہی آپ کا وصال ہو گیا تھا، اس لیے وہ حضرت ابو بکر (م ۱۳ھ) کے دور خلافت میں عمال تک پہنچائی گئی

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۳۹۷ [۲] کتاب العلل ج ۱ ص ۳۴۸

[۳] تہذیب ج ۴ ص ۱۹۸ [۴] ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶ [۵] نسائی ج ۲ ص ۲۰۴۔

[۶] طبرانی ص ۱۷۲ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۳ ص ۱۸۲، طبقات ابن سعد ج ۳۔ ص ۹، سنن دار قطنی ص ۲۰۴ و ص ۲۰۹ و ص ۲۸۵

[۷] سنن ابی داؤد باب زکوٰۃ السائمہ ص ۲۳۴ ج ۱ [۸] ترمذی ج ۱ ص ۷۹۔

حضرت عمرو بن حزم (م ۵۳ھ) کو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر بھی لکھوا کر ان کے حوالے فرمائی جس میں فرائض، صدقات اور دیات وغیرہ کے تعلق سے بہت سے احکامات درج تھے[1] اور اس کتاب کے بارے میں سعید بن المسیب (م ۹۳ھ) کا بیان ہے کہ میں نے یہ کتاب عمرو بن حزم کے بیٹوں کے پاس دیکھی تھی نسائی ج ۲ ص ۲۱۹ ارض طائف وج کے درختوں اور شکار وغیرہ کی تحریم کے لیے بھی آپ نے ایک تحریر خالد بن سعید کے ذریعہ تحریر کرائی البدایہ کے حاشیے میں سہیلی کے حوالے سے ہے کہ اس ارض طائف کی حرمت مکہ کی تحریم کی طرح تھی[2] معن راوی فرماتے ہیں کہ میرے سامنے عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) کے فرزند ایک کتاب نکال کر لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ میرے والد کی تحریر ہے[3]۔ شبرمہ سے بعض منسلک امراء نے اپنے شکوک کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیثیں آپ کہاں سے بیان کرتے ہیں شبرمہ نے کہا ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں[4] جبلہ بن الایہم الغسانی، (م ۵۳ھ) یہ نصاریٰ عرب کے سربراہوں میں سے تھے آپ نے انھیں ایک خط تحریر فرمایا تھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی[5]

اہل یمن کو بھی آپ نے کوئی تحریر بھیجی تھی، دارمی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اهل الیمن انه لا یمس القرآن الا طاهر، ولا طلاق قبل ملاك ولا عتاق حتی یبتاع[6]	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو لکھا کہ قرآن کو بغیر طہارت نہ چھوا جائے ملکیت سے پہلے طلاق نہیں ہے، اور خرید لے سے پہلے عتاق نہیں ہے۔

مکہ کو حرم قرار دیا گیا، یہ حکم بھی تحریری شکل میں تھا۔ حضرت رافع بن خدیج (م ۷۴ھ)

---

[1] طحاوی ج ۲ ص ۴۱۷ و نسائی ج ۲ ص ۲۱۸ [2] البدایہ ج ۵ ص ۳۴۲ [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۲ [4] ایضاً
[5] البدایہ ج ۸ ص ۶۳ [6] دارمی ج ۲ ص ۱۶۱

ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تحریر میرے پاس ایک خلافی چمڑے پر چڑھی ہوئی تھی[1] ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) البدایہ والنہایہ میں الواقدی م ۲۰۷ھ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب وفد عبد القیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا؛ اور اسلام لے آیا تو آپ نے انھیں صدقات اور دین کی تعلیمات و احکام لکھ کر عنایت فرمائے[2] ۹ھ رمضان میں تبوک سے حجر کے سربراہوں نے اپنے اسلام لانے کی اطلاع ذرعہ ذوزن مالک بن مرة الرہاوی کے ذریعے آنحضورؐ کی خدمت میں بھیجی، آپ نے اس کے جواب میں انھیں ایک خط تحریر فرمایا[3]

ان تمام روایات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث کی کتابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہو گئی تھی، یہ بلاشبہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ احادیث کی ترتیب و تدوین تابعین کے دور میں ہوئی، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احادیث کا ذخیرہ بے بنیاد اور ناقابل اعتماد ہے۔

"مآخذ ومصادر"

(۱) ابن الاثیر	۶۳۰ھ	اسد الغابہ
(۲) العسقلانی، ابن حجر	م ۸۵۲ھ	تہذیب التہذیب
(۳) " "	"	تقریب التہذیب
(۴) " "	"	الاصابہ فی تمییز الصحابہ
(۵) " "	"	طبقات الحفاظ
(۶) ابن خلکان	م ۶۸۱ھ	وفیات الاعیان
(۷) الواقدی، ابن سعد	م ۲۳۰ھ	الطبقات الکبیرات

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۴۱ [2] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۰
[3] البدایہ ج ۵ ص ۷۵

(۸) ابن عبدالبر	م سنہ ۴۶۳ھ	جامع بیان العلم و فضلہ
(۹) " " "	" "	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
(۱۰) ابن عساکر	سنہ ۷۷۶ھ	تاریخ دمشق
(۱۱) ابن کثیر	م سنہ ۷۷۴ھ	البدایہ والنہایہ
(۱۲) ابن قتیبہ	م سنہ ۲۷۶ھ	تاویل مختلف الحدیث
(۱۳) الطحاوی، ابوجعفر	م سنہ ۳۲۱ھ	شرح معانی الآثار
(۱۴) البخاری، ابوعبداللہ	م سنہ ۲۵۶ھ	الجامع الصحیح
(۱۵) " "	" "	کتاب الکنیٰ
(۱۶) الترمذی، ابوعیسیٰ	م سنہ ۲۷۹ھ	سنن ترمذی
(۱۷) " "	"	کتاب العلل
(۱۸) الاصبہانی، ابوالفرج	م سنہ ۸۹۷ھ	کتاب الاغانی
(۱۹) الطبرانی، ابوالقاسم	م سنہ ۳۶۰ھ	معجم طبرانی صغیر
(۲۰) " "	"	طبرانی کبیر
(۲۱) السجستانی، ابوداؤد	م سنہ ۲۷۵ھ	سنن ابی داؤد
(۲۲) الشیبانی، احمد بن حنبل	م سنہ ۲۴۱ھ	مسند احمد
(۲۳) البلاذری احمد بن یحییٰ	م سنہ ۲۸۱ھ	فتوح البلدان
(۲۴) العینی بدرالدین	م سنہ ۸۵۵ھ	عمدۃ القاری فی شرح البخاری
(۲۵) البغدادی، خطیب	م سنہ ۴۶۳ھ	تقیید العلم خطیب
(۲۶) سہیلی	سنہ ۵۸۱ھ	روض الانف
(۲۷) سرخسی	م سنہ ۴۹۰ھ	مبسوط
(۲۸) العثمانی شبیر احمد	م سنہ ۱۳۶۹ھ	فتح الملہم

(۲۹) الذہبی، شمس الدین	م ۷۴۸ھ	میزان الاعتدال
(۳۰) " "	"	تذکرۃ الحفاظ
(۳۱) النسائی، عبدالرحمٰن	م ۳۰۳ھ	سنن نسائی
(۳۲) الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن	م ۲۵۵ھ	سنن دارمی
(۳۳) البیہقی، ابوبکر احمد بن حسین	م ۴۵۸ھ	سنن بیہقی
(۳۴) الہندی علاء الدین	م ۹۷۵ھ	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال
(۳۵) الدارقطنی علی بن عمر	م ۳۸۵ھ	سنن دار قطنی
(۳۶) طبری	م ۳۱۰ھ	تاریخ الامم والملوک
(۳۷) نور الدین	م ۸۰۷ھ	مجمع الزوائد
(۳۸) القشیری مسلم بن حجاج	م ۲۶۱ھ	الجامع الصحیح
(۳۹) نووی محی الدین	م ۶۷۶ھ	شرح مسلم
(۴۰) " "	"	تہذیب الاسماء والصفات
(۴۱) مقریزی	م ۸۴۵ھ	امتاع الاسماع
(۴۲) ابن حجر العسقلانی	م ۸۵۶ھ	فتح الباری
(۴۳) البخاری ابوعبداللہ	م ۲۵۲ھ	التاریخ الکبیر

حیات مولانا عبدالحیؒ

مولفہ جناب مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا حکیم عبدالحی حسنی کے سوانح حیات علمی و دینی کمالات و خدمات کا تذکرہ اور ان کی عربی و اردو تصانیف پر مفصل تبصرہ۔ آخر میں مولانا کے فرزند اکبر جناب مولانا حکیم سید عبدالعلیؒ کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں

کتابت و طباعت معیاری تقطیع متوسط [illegible] قیمت [illegible] ندوۃ المصنفین